تدوینِ حدیث

محاضرۂ چہارم

(حضرت مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن)

(۱۹)

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بصرہ سے وہ کوفہ چلا آیا، کوفہ میں بھی اس کے ساتھ بہ ظاہر کسی قسم کی سختی نہیں کی گئی صرف کوفہ سے باہر ہو جانے کا حکم دیا گیا، وہ مصر چلا گیا، یہاں کی حکومت ایسے حالات میں مبتلا تھی کہ اس نے اتنی زحمت بھی گوارا نہ کی کہ یہ کون ہے، کہاں سے آیا ہے اور مصر میں کیا کر رہا ہے، اطمینان کے ساتھ اس کو موقع مل گیا کامل ابن اثیر وغیرہ میں ہے

فاستقر بها وجعل يكاتبهم ويكاتبونه وتختلف الرجال بينهم ج ۳ ص ۵۵

مصر ہی میں ابن سبا ٹھہر گیا اور (اس کی سازش میں جو شریک تھے) ان سے وہ خط وکتابت کرنے لگا وہ انھیں لکھتا اور وہ اسے لکھتے اور لوگوں کی آمد و رفت کا سلسلہ بھی جاری تھا

مصر ہی سے اس نے صحابیت کے خلاف طوفان اٹھایا اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھا ہے

بث دعاته وكاتب من استفسد في الامصار وكاتبوه ودعوا في السر الى ما عليه رأيهم ص ۵۹

اس نے اپنے گوئندوں اور نمائندوں کو اطراف ملک میں بھیجا) اور ان لوگوں سے خط وکتابت شروع کی جو الامصار (فوجی چھاؤنیوں میں) بگڑ چکے تھے وہ بھی انھیں لکھتا اور وہ اس کو لکھتے اور پوشیدہ

طریقوں سے لوگوں کو ان ہی باتوں کی دعوت دینے
لگے جو ان کی رائے تھی،۔

جیسا کہ عرض کر چکا ہوں اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کے لئے منجملہ دوسرے ذرائع کے ایک بڑا حربہ جسے ابن سبا اور اس کے دعات دکارندے جو تمام امصار میں بکھرے ہوئے تھے استعمال کر رہے تھے وہ جھوٹی حدیثوں کا سلسلہ تھا جسے جہاں ضرورت ہوتی وہ پیغمبر کی طرف منسوب کر کے لوگوں میں پھیلاتے رہتے تھے آخر فتنے نے زور پکڑا، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے ان کے شہید ہونے کے بعد بھی فتنہ نہ دبا۔ مسلمان خانہ جنگیوں میں مبتلا ہو گئے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن سبا اور جن لوگوں کو اپنے زیر اثر لانے میں وہ کامیاب ہوا تھا" اصطلاحاً جنہیں "السبائیہ" کہتے تھے، ان خانہ جنگیوں میں عموماً یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فوج میں گھلے ملے رہتے تھے مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ پہلا معرکہ جو اس سلسلہ میں جنگ جمل کے نام سے پیش آیا قطعاً پیش نہ آتا اگر غلط فہمی میں طرفین کو مبتلا کر کے سبائیوں کی جماعت صلح کو جنگ سے عین وقت پر بدل دینے میں کامیاب نہ ہو جاتی۔ جمل کے بعد صفین اور خوارج وغیرہ کی لڑائیوں کا سلسلہ یکے بعد دیگرے جاری رہا، سبائی اندر اندر کیا کر رہے ہیں، مسلمانوں میں کس قسم کے خیالات اور بے سر و پا حدیثیں پھیلا رہے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ان امور کی طرف متوجہ ہونے کا موقعہ ایک زمانہ تک نہ ملا، حالانکہ وہ جو کچھ کر رہے تھے آپ ہی کی فوج اور آپ ہی کے آدمیوں کے ساتھ مل جل کر کر رہے تھے لیکن بات آخر کہاں تک چھپی رہتی، لکھا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جماعت کے مشہور بزرگ مسیبؓ بن نجبہ ایک دن عبداللہ بن سبا کو پکڑے ہوئے کوفہ کی جامع مسجد میں منبر کے سامنے کھڑا کر کے اعلان کر رہے تھے کہ

لہ ثقہ راویوں میں ان کا شمار ہے حضرت علیؓ اور حضرت حذیفہؓ سے حدیثیں روایت کیا کرتے تھے۔ علاوہ قادسیہ کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ صفین وغیرہ کی جنگ میں بھی شریک تھے، لیکن زیادہ شہرت ان کی اس خاص واقعہ کی وجہ سے ہوئی جو حضرت امام حسینؓ کی کربلا میں شہادت کے بعد عین الوردہ کے مقام پر اس وقت پیش آیا

یکذب علی اللہ وعلی رسولہ ۲۸۹ (رسالۃ المیزان) یہ (یعنی ابن سبا) اللہ اور اس کے رسول کی طرف جھوٹی باتیں بنا بنا کر منسوب کرتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر بھی اس کی دسیسہ کاریوں کا راز آخر میں واضح ہوا، "صحابیت" کے خلاف طوفان کو اس نے اٹھایا تھا آپ نے پہلے تو اس فتنہ کی طرف توجہ فرمائی اعلان عام آپ کی طرف کرا دیا گیا تھا کہ اس قسم کی باتیں کرنے والوں کو کوڑے کی سزا دی جائے گی خود ابن سبا کو بلا کر آپ نے بہت کچھ سمجھایا بجھایا۔ یہ جو وہ پھیلاتا پھرتا تھا کہ قرآن کے سوا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی علوم حضرت علیؓ تک پہونچے ہیں بھری مجلس میں آپ نے اس کے سامنے انکار فرمایا لیکن پھر بھی اپنے حرکات سے جب باز نہیں آیا تو اس کے منہ پر آپ نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے تیس دجالوں کے پیدا ہونے کی جو خبر دی گئی ہے ان میں سے ایک تو بھی ہے اور حکم دیا کہ کوفہ سے اس کو باہر کر دیا جائے لیکن ایک اس کے باہر ہونے سے کیا ہوتا، وہ تو ایک گروہ اپنا پیدا کر چکا تھا جو ہر طرف کی آگ بھی سلگاتے پھرتے تھے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے مسلمانوں میں جھوٹی باتوں کو رواج دے رہے تھے، بیان کیا گیا ہے حافظ ابن حجر نے بھی لکھا ہے کہ آخر میں

قد احرقهم علی فی خلافته لسان ۲۹۰ جلا دیا حضرت علیؓ نے ان لوگوں کو اپنی خلافت کے زمانے میں۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) جب توابین کے نام سے قتل حسینؓ کا بدلہ لینے کے لئے ابن زیاد کی فوج سے کوفہ کی ایک جماعت ... سیب بن نجبہ اسی واقعہ میں شہید ہوئے، توابین کی جماعت میں ان کا نام بہت نمایاں ہے ۱۲

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خصوصی طور پر ان لوگوں کو نذر آتش کرنے کا حکم کیوں دیا اس کی توجیہ میں لوگوں نے مختلف باتیں کہی ہیں اگر یہ خیال کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے جھوٹی حدیث کے بیان کرنے کی سزا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ اپنا ٹھکانہ وہ لوگ (النار) کو بنا لیں، ممکن ہے کہ اس "النار" سے حضرت علیؓ دنیا اور آخرت دونوں آگوں پر حاوی خیال فرماتے ہوں تو شاید یہ توجیہ بھی بعید نہ ہو، نیز اس روایت سے جس کا ذکر گذرا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی طرف جھوٹ منسوب کرنے والے کے لئے حکم دیا تھا کہ اس کو جلا دیا جائے استدلال کیا جا سکتا ہے ۱۲۔

قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ ان جلنے والوں میں خود ابن سبا بھی شریک تھا یا نہیں لیکن الذہبی کا بیان ہے کہ

احسب ان علیاً حرقہ بالنار ص۲۹ میں خیال کرتا ہوں کہ حضرت علیؓ نے اس کو بھی آگ ہی میں جلا دیا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت والا کی طرف سے دار و گیر میں سختی سے اگر کام نہ لیا جاتا تو خدا ہی جانتا ہے کہ کچھ دن اور بھی فرصت ان بدبختوں کو اگر مل جاتی تو کیا کچھ کر گذرتے تاہم کم و بیش چار یا پانچ سال کے عرصے میں کام کرنے کا جو موقعہ ان کو مل چکا تھا دوسرے مفاسد کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے امصار اور فوجی نوآبادیوں کے اندر بے سر و پا حدیثوں کے جس ذخیرے کو انھوں نے پھیلا دیا تھا اور چونکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے یا آپ کے بعض خاص خاص صحابیوں میں جن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سوا ابو ذر غفاری، سلمان فارسی، مقداد بن اسود وغیرہم حضرات بھی تھے ان کے ناموں سے بھی کام لیا گیا تھا اس لئے سیدھے سادے عام مسلمان دوسروں سے بھی ان حدیثوں کا تذکرہ اس اعتماد کے ساتھ کرتے کہ گویا واقعی یہ رسول اللہ اور آپ کی صحابیوں ہی کی باتیں ہیں اس فتنے کے سدّباب کے لئے کیا کیا جائے؟ یقیناً اس وقت کا یہ بہت بڑا سوال تھا، کتابوں میں لکھا ہے کہ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف منسوب کر کرکے جن باتوں کو عبداللہ بن سبا اور اس کے رفقار کار مسلمانوں میں پھیلاتے پھرتے تھے اور لوگ آپ سے آکر ان کا ذکر کرتے تو حضرت بے چین ہو جاتے۔ بے ساختہ زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری ہو جاتے۔

مالی ولھذا الخبیث الاسود ص۲۹ لسان ج۳ اس سیاہ کالے گندے خبیث کو مجھ سے کیا تعلق

پھر آپ کی طرف منسوب کرکے جن باتوں کو لوگوں میں وہ پھیلاتا تھا اس کی تردید فرماتے۔ لیکن قصہ کسی ایک جگہ کا تھا؟ کوفہ بصرہ شام حجاز مصر ان تمام مقامات میں ابن سبا خود گھوما تھا، اور ہر جگہ اس کے نمائندے اور دعاۃ بکھرے ہوئے تھے، گویا یوں سمجھنا چاہئے کہ جھوٹ کا ایک سیلاب تھا جو ان تمام علاقوں پر چھا گیا تھا مشکل یہ تھی کہ ایک طرف بادیۂ عرب کے عام سپاہیوں

. . . .

کی جماعت تھی پیغمبر اور پیغمبر کے صحابیوں کے نام سے منوا لینے والے جو کچھ چاہتے ان سے منوا لیتے تھے لیکن دوسری طرف ارباب خرد و بصیرت کا بھی آخر ایک طبقہ مسلمانوں میں بہرحال موجود تھا، اسلام کی روح اور اس کے کلیات کا وہ علم رکھتے تھے خصوصاً ان میں جو شرف صحبت سے بھی فیض یاب تھے، ان کے کانوں تک جب سبائیوں کی خود تراشیدہ روایتیں پہنچیں تو ان کی سمجھ میں نہ آتا کہ آخر یہ کیا ہے۔

میرا تو خیال ہے کہ اس قسم کی روایتیں جن کا تدوین حدیث کی تاریخوں میں لوگوں نے ذکر کیا ہے مثلاً امام مسلم نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں جو یہ واقعہ درج کیا ہے کہ بشیر بن کعب العدوی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں ایک دن آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے حدیثیں بیان کرنے لگے ان کا خیال تھا کہ حضرت ابن عباس ان حدیثوں کو خاص توجہ سے سنیں گے، لیکن حیرت کی ان کے انتہا نہ تھی، جب دیکھا کہ

ابن عباس لا یاذن لحدیثہ	ابن عباس نہ ان کی باتوں کی طرف کان لگاتے ہیں اور
ولا ینظر الیہ	نہ ان کو دیکھتے ہیں

بشیر نے گھبرا کر عرض کیا کہ حضرت! میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں آپ کو سنا رہا ہوں اور آپ اس بے التفاتی سے کام لے رہے ہیں، ابن عباس نے اس وقت بشیر کو سمجھاتے ہوئے پہلے تو خود اپنے ایک حال کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔

انا کنا مرۃ اذا سمعنا رجلا یقول	ایک زمانہ ہم ہی پر گذرا ہے کہ کوئی آدمی جب یہ کہتا
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ	کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو فوراً
وسلم ابتدرتہ ابصارنا واصغنا	ہماری نگاہیں اس کی طرف بے ساختہ اٹھ جاتی
الیہ باذاننا	تھیں اور اپنے کانوں کو اسی کی طرف ہم جھکا دیتے

اور اس کے بعد آپ نے عدم التفات کی وجہ ان الفاظ میں بیان کی۔

انا کنا نحدث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا لم یکن یکذب علیہ فاما اذا رکب الناس الصعب والذلول ترکنا الحدیث عنہ صفحہ ۱۲۸ مقدمہ مسلم

ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے حدیثیں اس زمانے میں بیان کیا کرتے تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط حدیثوں کو منسوب کرکے بیان کرنے کا رواج نہیں ہوا تھا مگر لوگ جب ہر سرکش اور غیر سرکش (اونٹوں) پر سوار ہونے لگے (یعنی جھوٹ سچ کی تمیز جاتی رہی) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے حدیثوں کا بیان کرنا ہم نے چھوڑ دیا۔

قرائن کا اقتضاء ہے کہ بشیر جو بصرہ کے رہنے والے ہیں ان کے ساتھ ابن عباس کی یہ گفتگو اس زمانے میں ہوئی ہے جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے ابن عباس بصرہ کے والی اور حاکم تھے جہاں تک میرا خیال ہے ابن عباس کے اس بیان میں سبائیوں کے اس فتنے کی طرف اشارا ہے جو غلط روایتوں کے پھیلانے کی وجہ سے مسلمانوں میں اٹھ کھڑا ہوا تھا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابن عباس ہی نے نہیں بلکہ ان کے ساتھ اور بھی لوگ شریک تھے جنہوں نے اس فتنے کے بعد حدیثوں کی روایت کے قصہ ہی کو ختم کر دیا تھا، ان کی سمجھ میں اس فتنے کے مقابلہ کی کوئی دوسری شکل باقی نہ رہی تھی اسی مکالمہ کو دوسری سند سے امام مسلم نے جو نقل کیا ہے اس میں اتنا اضافہ بھی پایا جاتا ہے کہ

لم ناخذ من الناس الا ما نعرف

اب لوگوں سے ہم ان ہی حدیثوں کو قبول کرتے ہیں جنہیں ہم جانتے پہچانتے ہیں۔

میں نے جو یہ کہا کہ اس فتنے کے بعد حدیثوں کی روایت کے متعلق ابن عباس نے جس طریقۂ عمل کو اختیار کیا تھا اس میں وہ تنہا نہیں تھے اس کا ایک قرینہ تو خود ان کے اسی بیان میں پایا جاتا ہے کہ بجائے صیغۂ واحد کے "ترکنا الحدیث عنہ" یعنی جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے جس سے معلوم ہوتا

ہے کہ اس روش کے اختیار کرنے میں ان کے ساتھ دوسرے بھی شریک تھے علاوہ اس لفظی قرینہ کے اسی بصرہ کے متعلق ہم کتابوں میں پڑھتے ہیں کہ ایک جماعت ایسے لوگوں کی پیدا ہو گئی تھی جو کہا کرتی تھی کہ

لا تحدثونا الا بالقرآن کفایہ ص۱۵ ج۱ — قرآن کے سوا ہم سے اور کچھ نہ بیان کیا کرو

اور تو اور عمران بن حصین صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا قیام بصرہ ہی میں تھا ان کے پاس بھی آکر لوگ یہی کہنے لگے تھے کہ قرآن کے سوا اور کچھ نہ بیان کیجئے۔

بہر حال کچھ بھی ہو، اس فتنے نے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دوسرے فتنہ کو پیدا کیا یعنی چاہا گیا کہ سرے سے حدیث کے قصے ہی کو ختم کر دیا جائے، یہ عجیب کش مکش کی حالت تھی خود ابن عباس ترکِ روایت کے اسی طرزِ عمل کو بیان کرتے ہوئے یہ بھی کہا کرتے کہ

انا کنا نحفظ الحدیث والحدیث یحفظ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں یاد کیا کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں اسی کی مستحق ہیں کہ انھیں یاد کیا جائے۔

مگر پھر کذب علی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فتنہ کا تذکرہ فرماتے اور کہتے کہ

فاما اذ رکبتم کل صعب وذلول فهیهات (مقدمہ مسلم) — لیکن جب ہر سرکش اور غیر سرکش سواریوں پر تم چڑھنے لگے تو پھر اس سے دور ہی رہنا مناسب ہے

جہاں تک میرا خیال ہے سبائی فتنہ کو ممکن حد تک کچل دینے کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی توجہ اسی مسئلہ کی طرف غالباً منعطف ہوئی یعنی آپ کے سامنے دو باتیں تھیں ایک تو یہی کہ نادانی کی اس جماعت نے مسلمانوں میں جن غلط حدیثوں کو پھیلا دیا ہے، اس زہر کے ازالہ کے لئے کیا کیا جائے۔ اور دوسری بات یہ تھی کہ اس زہر کی شرکت کی وجہ سے لوگوں میں یہ رجحان جو بڑھتا جا رہا ہے کہ قطعی طور پر حدیثوں کی روایت اور ان کے سننے سنانے کے قصے ہی کو بالکلیہ ختم کر دیا جائے بجائے خود ایک مستقل فتنہ کی شکل چونکہ [illegible] درست تھی [illegible] کے روکنے کی یہی تدبیر

اختیار کی جائے۔

یہ ثانی الذکر ہی فتنہ تھا جس کی خبر حضرت عمران بن حصین صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب ہوئی تو آپ نے لوگوں کو بلا کر وہی باتیں سمجھائی تھیں جن کا ذکر کسی موقعہ پر آچکا ہے یعنی آپ نے فرمایا کہ حدیثوں سے الگ ہو کر دینی زندگی گذارنے کی شکل ہی کیا ہوگی صرف قرآن سے کوئی اگر چاہے کہ نمازوں کی کتنی تعداد ہے ان کے اوقات کیا کیا ہیں، ہر نماز میں کتنی رکعتیں، کتنے رکوع، کتنے سجدے وغیرہ ہونے چاہئیں ان سوالات کے جواب حاصل کرے تو قطعاً اس کو ناکام واپس ہونا پڑے گا اور صرف نماز ہی نہیں حضرت عمران روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ سارے اسلامی ارکان کے عناصر و اجزاء کا تذکرہ کرکے پوچھتے جاتے تھے کہ ان باتوں کو کہاں پاؤ گے پھر ان لوگوں کو متنبہ کرتے ہوئے جنہوں نے ارادہ کیا تھا کہ آئندہ نہ کسی سے ہم حدیث سنیں گے اور نہ ان سنی ہوئی حدیثوں کو قبول کریں گے، حضرت عمران نے بلند آواز میں گرجتے ہوئے فرمایا،

خذوا عنا فانکم واللہ ان لم تفعلوا لتضللن (کفایہ ص۱۵)	ہم لوگوں (یعنی رسول اللہ کے صحابیوں سے دین) کو، تو قسم ہے اللہ کی اگر تم نے یہ نہیں کیا تو راہ کھو بیٹھو گے)

اور میں قطعی طور پر تو نہیں کہہ سکتا، لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف مختلف طریقوں سے حدیث کی کتابوں میں یہ قول جو منسوب کیا گیا ہے عرف مسند احمد بن حنبل میں کم و بیش آٹھ نوسندوں سے یہ روایت درج ہے حدیثوں کی روایت ہی سے اس کا تعلق ہے، بہرحال حضرت والا کا وہ قول یہ ہے آپ لوگوں کو خطاب کرکے کہا کرتے تھے۔

اذا حدثتم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیثا فظنوا بہ الذی ھو اھدی والذی ھو اھیأ والذی ھو اتقی۔ (مسند احمد ص۱۲۲ ج۱)	جب تمہارے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے حدیث بیان کی جائے تو تمہیں یہ خیال کرنا چاہئے کہ سب سے زیادہ راہ نمائی کرنے والی بات وہ ہے سب سے زیادہ بہتر ہے سب

سے زیادہ تقوی کی ضمانت اس میں ہے۔

بعض روایتوں میں ایک دو حروف کا اضافہ بھی پایا جاتا ہے لیکن مطلب ہر حال میں وہی ہے جسے میں نے ترجمہ کے خانہ میں درج کیا ہے۔

جس لب ولہجہ میں حضرت کے یہ الفاظ ادا ہوئے ہیں ان سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ آپ کے سامنے کچھ ایسے لوگ ہیں جن کے قلوب میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی طرف سے گونہ بے نیازی اور استغنار کی کیفیت کسی وجہ سے پیدا ہوتی چلی جارہی تھی، اور ظاہر ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانے تک حدیثوں کے متعلق اس قسم کی افسردگی دلوں میں اگر کسی وجہ سے پیدا ہوئی تھی تو وہ سبائیوں کا ہی فتنہ ہو سکتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول گذر چکا کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی حدیثوں کے منسوب کرنے کا سلسلہ شروع نہ ہوا تھا ہم لوگوں کا حال یہ تھا کہ کسی سے قال الرسول کا لفظ جونہی کہ ہم سنتے ہماری آنکھیں اس کی طرف بے ساختہ اٹھ جاتیں اور کانوں کو اس کی طرف ہم لگا دیا کرتے تھے، اور میں بتا چکا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے کی ابتداء اسی جماعت سے شروع ہوئی، الشعبی کی تاریخی شہادت گذر چکی کہ

اول من کذب عبد اللہ بن سبا — سب سے پہلے جو جھوٹ بولا یعنی رسول اللہ کی طرف جھوٹ بات منسوب کی وہ عبد اللہ بن سبا تھا

بہر حال جوں کے خوف سے لبادے ہی کو نذر آتش کر دینے کا خیال جن لوگوں میں پیدا ہو چلا تھا یعنی سبائیوں کی پھیلائی ہوئی جھوٹی روایتوں کی وجہ سے یہ غلط فیصلہ کر بیٹھے تھے کہ آئندہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی روایت ہی ترک کر دیں گے میرا خیال یہی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مذکورہ بالا ارشاد کا رخ ان ہی غیر صحیح رجحانات کی طرف ہے، آپ ان ہی لوگوں کو سمجھانا چاہتے تھے کہ کچھ بھی ہو لیکن یہ طریقہ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی جائے اس کی طرف توجہ نہ کی جائے یہ صحیح طریقہ نہیں ہے بلکہ اب بھی یہی سمجھنا چاہئے جیسے ہمیشہ سے لوگ یہی سمجھتے چلے آتے تھے کہ

"اسی میں سب سے زیادہ راہ نمائی ہے وہی سب سے بہتر بات ہے اسی میں سب سے زیادہ تقوی کی ضمانت ہے"۔

باقی سبائیوں کی خود تراشیدہ روایتوں نے جن اشتباہی تاریکیوں کو پھیلا دیا تھا پہلا علاج ان کا جہاں تک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے طرزِ عمل سے معلوم ہوتا ہے یہی اختیار کیا گیا تھا کہ اس قسم کی بے سروپا باتیں خود آپ کی طرف منسوب کرکے جو پھیلائی جاتی تھیں جس وقت کسی ذریعہ سے اس کی خبر آپ تک پہنچتی تھی، منبر پر پہنچ کر برسرِ عام اس کی تردید فرما دیا کرتے تھے مشہور تابعی حضرت سوید بن غفلہ جن کا شمار کبار تابعین میں کیا گیا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خاص حلقہ کے آدمی ہیں ان ہی کے حوالہ سے حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں نقل کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہو کر انھوں نے عرض کیا کہ ابھی چند آدمیوں کو میں دیکھ کر آ رہا ہوں جو آپس میں یہ تذکرہ کر رہے تھے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق آپ کے خیالات بھی درحقیقت اچھے نہیں ہیں، لیکن مصلحتاً ان کا اظہار نہیں فرماتے۔ سوید بن غفلہ نے اسی کے ساتھ یہ بھی بیان کیا کہ جس مجمع میں یہ تذکرہ ہو رہا تھا، اس میں عبد اللہ بن سبا بھی تھا، لکھا ہے کہ سننے کے ساتھ ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر ایک خاص کیفیت طاری ہو گئی بے ساختہ زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے

مالی ولھذا الخبیث الاسود	مجھے اس کالے گندے سے کیا سروکار اللہ کی پناہ
معاذ اللہ ان اقول لھما الا الحسن الجمیل	کہ میں ان دونوں (ابوبکر و عمر) کے متعلق بجز اچھی بات کے اور کچھ کہوں۔

اسی پر بس نہیں فرمایا بلکہ راوی کا بیان ہے کہ

ثم نھض الی المنبر حتی اجتمع الناس فذکر القصۃ فی المدح علیھما بطولہ ص ۲۹ ج ۳ لسان المیزان	پھر آپ منبر پر تشریف لے گئے اور لوگ اکٹھے ہوئے تب حضرت علیؓ نے ان دونوں کی تعریف فرمائی پوری تفصیل کے ساتھ۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اسی تقریر کے آخر میں آپ نے اس کا بھی اعلان کیا تھا کہ میں اس شخص

کو افترا پردازی اور غلط بیانی کی سزا دوں گا جس کے متعلق اس قسم کی خبریں مجھ تک پہنچیں گی۔ لسان المیزان ج ۲
ظاہر ہے کہ آپ کی طرف منسوب کرکے جو جھوٹی باتیں مسلمانوں میں پھیلائی جاتی تھیں، ان کے علاج کی یہ آخری صورت ہو سکتی تھی، گذر چکا کہ آخر ان ہی قصوں کے سلسلے میں حضرت والا کے حکم سے سبائیوں کو دنیا ہی میں آگ کے عذاب میں مبتلا ہونا پڑا جس سے معلوم ہوا کہ سزا کی جس دھمکی کا منبر سے آپ کی طرف سے اعلان کیا گیا تھا وہ صرف دھمکی نہ تھی بلکہ عمل کی شکل بھی اس نے اختیار کی، رہا روایتوں کا وہ عام ذخیرہ جسے اپنی مختلف ضرورتوں کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے مسلمانوں میں بدبختیوں کی اس ٹولی نے پھیلا دیا تھا مختلف قرائن و اسباب کی روشنی میں کم از کم اسی نتیجہ تک پہنچا ہوں کہ اسی زہر کے ازالہ اور اسی کے مقابلہ میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس رویہ میں تبدیلی کی ضرورت محسوس فرمائی، جو حدیثوں کے متعلق اب تک آپ بھی اختیار کئے ہوئے تھے اور آپ سے بیشتر خلفاء راشدین منشاء نبوت کو پیش نظر رکھتے ہوئے جس پر زور دیتے چلے آتے تھے، میرا اشارہ تقلیل فی الروایۃ کی طرف ہے یعنی روایتوں میں کمی کا طریقہ جس کے تفصیلی مباحث گذر چکے۔

یہ کھلی ہوئی بات تھی کہ براہ راست خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے چشم دید ذاتی مشاہدات و مسموعات جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آپ رکھتے تھے معلومات کے اس قیمتی ذخیرے کے مقابلہ میں ان بے سروپا روایتوں کی بھلا مسلمانوں کی نگاہوں میں کیا وقعت باقی رہ سکتی تھی، جو ان کے کانوں تک مختلف ذرائع سے سبائیوں نے پہنچا دیا تھا۔

اسی صورت حال کا اندازہ کرکے کوفہ پہنچنے کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اگر اپنا رویہ بدل دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتار و رفتار عادات و اطوار سیرت و کردار کے متعلق آپ کے جو معلومات تھے ان کی تحریراً و تقریراً وسیع پیمانے پر اشاعت شروع کردی تو خود سوچنا چاہئے کہ سبائی روایات کی طرف سے مسلمانوں کی توجہ کے موڑنے کی اس وقت کوئی دوسری ممکن تدبیر اور کیا ہو سکتی تھی؟

خیال تو کیجئے کہ کہاں آپ ہی کا ایک حال یہ تھا کہ قراب سیف (یعنی تلوار کی نیام) میں جو حدیثیں آپ کے پاس لکھی ہوئی تھیں ان کے دکھانے پر بھی اصرار شدید کے بعد آمادہ ہوتے ہیں اور کوفہ پہنچنے کے بعد آپ ہی کو دیکھا جاتا ہے کہ برسر منبر اعلان عام فرماتے ہیں کہ

ایک درم میں علم کا کثیر ذخیرہ مجھ سے کون خریدتا ہے

لانے والے کاغذ لے کر حاضر ہوتے ہیں اور براہ راست دست مبارک سے لکھ کر حدیثیں اس کے حوالہ کی جاتی ہیں، یہی کوفہ کا منبر ہے بیان کرنے والوں نے بیان کیا ہے کہ دوسروں کے دریافت کرنے پر نہیں بلکہ لوگوں کو خود خطاب کر کر کے فرماتے،

پوچھو مجھ سے اور دریافت کرو، خدا کی قسم جس چیز کے متعلق مجھ سے دریافت کرو گے میں اس کے متعلق بتاؤں گا مجھ سے اللہ کی کتاب کے متعلق دریافت کرو، کیونکہ خدا کی قسم قرآن کی کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس کے متعلق میں یہ نہیں جانتا کہ رات کو اتری ہے یا دن کو، میدانی علاقہ میں اتری ہے یا پہاڑ پر (تہذیب التہذیب)

مجمع کے سامنے بھی آپ کا یہی حال تھا اور انفرادی طور پر بھی جیسا کہ روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بجائے تقلیل کے روایتوں کی اشاعت میں تکثیر سے کام لے رہے ہیں، الذہبی نے کمیل بن زیاد کے ساتھ حضرت والا کی جس طویل گفتگو کا تذکرہ کیا ہے تو اس میں یہ نہیں ہے کہ زیاد نے آپ سے آکر کچھ دریافت کیا تھا، بلکہ لکھا ہے زیاد کا بیان ہے کہ

اخذ علی رضی اللہ تعالی عنہ بیدی ۔۔۔ میرے دونوں ہاتھوں کو حضرت علیؓ نے پکڑا اور صحرا کی

فاخرجنی الی ناحیۃ الجبان ج۱ تذکرہ ۔۔۔ میدان کی طرف مجھے نکال کر لے گئے۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کو خود پکڑ پکڑ کر آپ لے جاتے اور پیغمبر سے جو علم آپ تک پہنچا تھا اس کی تبلیغ فرماتے بجنسہ قریب قریب اسی کے مصفح عامری کا بیان تھا ابن سعد نے نقل کیا ہے مصفح کہتے تھے کہ میں حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا

(باقی آئندہ)